خطبۂ صدارت

از

مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

بموقع

سماجی انصاف اور مذہبی رواداری کانفرنس

بمقام

حج ہاؤس، پلٹن روڈ، ممبئی

بتاریخ:

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۴/ جنوری ۲۰۲۰ء بروز سنیچر

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

إنَّ الحمدَ للهِ نحمدُهُ، ونستعينُهُ ونستغفرُهُ، ونعوذُ بالله مِن شرور أنفسِنا ومِن سيِّئات أعمالِنا، مَن يَهْدِهِ اللهُ فلا مُضِلَّ له، ومَن يُضلِل فلا هاديَ له. وأشهدُ أنْ لا إلهَ ألاّ اللهُ وحدهُ لا شريك له. وأشهدُ أنَّ محمدًا عبدُهُ ورسولُه.

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ١٠٢ ﴾ [آل عمران:١٠٢]۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ١ ﴾ [النساء:١]۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوۡلٗا سَدِيدٗا ٧٠ يُصۡلِحۡ لَكُمۡ أَعۡمَٰلَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيمًا ٧١ ﴾ [الاحزاب:٧٠-٧١]۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

قال الله تعالى:

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ} [النحل:٩٠].

اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وقال النبي ﷺ: ''اللَّهُمَّ، مَن وَلِيَ مِن أَمْرِ أُمَّتي شيئًا فَشَقَّ عليهم، فاشْقُقْ عليه، وَمَن وَلِيَ مِن أَمْرِ أُمَّتي شيئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فارْفُقْ بهِ''. [مسلم:۱۸۲۸]

اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا حاکم مقرر ہو اور ان پر سختی کا معاملہ کرے، تو اس پر سختی فرما، اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بننے کے بعد ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔

مہمانان گرامی، علماء کرام، ملک کے انصاف پسند دانشوران، عمائدین قوم وملت، نوجوانان اسلام وخواتین اسلام!

آج حج ہاؤس ممبئی میں ''سماجی انصاف ومذہبی رواداری'' کے عنوان سے منعقدہ اس عظیم الشان کانفرنس میں آپ تمام مہمانان، علماء ودیگر معززین، خواص وعوام کا دل کی گہرائی سے استقبال کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ بار الہا تو ہماری نیتوں میں اخلاص دے اور اس کانفرنس کو مادی ومعنوی کامیابی عطا فرما۔

ہم جس ملک میں بستے ہیں وہ کثیر مذہبی وتہذیبی ملک ہے، یہاں سماجی انصاف اور باہمی رواداری وہمدردی کے تقاضوں کو پورا کرنا موجودہ وقت کا ایک بڑا تقاضا ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر یہ عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی ہے، تا کہ عوام وخواص ہر ایک کے سامنے علمی اصولوں کی روشنی میں اس موضوع کی اہمیت وضرورت کو واضح کیا جاسکے، اور

بے لگام جذبات کے لئے عقل وشعور کی رہنمائی میں مثبت لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

محترم حاضرین!

مذہبِ اسلام ایک منظم دین ہے، جو انسانی زندگی کے ہر گوشہ کو عمدہ نظام سے منسلک کرنا چاہتا ہے، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات واخلاق سے، جملہ مسائل میں انسانی زندگی ہر طرح کی آوارگی، جذباتیت، لاقانویت سے پاک ربانی سسٹم کے تابع ہے۔

خوشی ہو یا غمی، امن ہو یا خوف ہر حالت میں اسلام کی عمدہ رہنمائی موجود ہے، نیز چھوٹے بڑے، امیر غریب، دوست دشمن، مسلم غیر مسلم، پڑوسی واقارب کے ساتھ ہمارا تعامل کس انداز کا ہونا چاہیے ساری تفصیلات اسلامی تعلیمات میں واضح طور پر موجود ہیں۔

محترم سامعین!

انسانی تخلیق روزِ اول سے حق وباطل کے مابین گھری ہوئی ہے، دراصل اسی میں انسان کی آزمائش ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری انسانیت کو ایک امت بنا دیتا، جیسا کہ فرمان باری ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ [المائدۃ:۴۸]

اگر منظور مولیٰ ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے، تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو، تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔

یعنی اللہ رب العالمین یہاں ہر ایک کو وقتی اختیار دے کر آزمانا چاہتا ہے کہ آیا بندہ حق قبول کر کے اللہ کا شکر گذار بنتا ہے؟، یا اس سے روگردانی اختیار کر کے ناشکری اور کفر کی راہ اپناتا

ہے؟، اور اگر حق قبول کرنے والا ہے تو مخالف کے ساتھ اس کا تعامل کیسا ہے؟ من مانی تعامل و برتاؤ ہے یا اصول و دستور کے مطابق؟ اسی لئے اللہ نے یہ نظامِ آزمائش رکھا ہے تاکہ ہر ایک کا امتحان لے۔ اور اس میں کامیاب ہونے والوں کو انعام سے نوازے، اور ناکام لوگوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے۔

لہٰذا ایک مسلمان اپنے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کرتے ہوئے، غیروں کے تئیں اپنی ذمہ داریاں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نبھائے۔ رواداری، ہمدردی، عدم تشدد، حکمت و دانائی اور تحمل و برداشت کا بھرپور مظاہرہ کرے۔

محترم حاضرین!

ہمارے سامنے عنوان کے دو پہلو ہیں، ایک سماجی انصاف اور دوسرا مذہبی رواداری۔

سماج: کئی افراد پر مشتمل اس گروہ کو کہا جاتا ہے جو طویل عرصہ سے ایک جگہ رہ رہا ہو اور اشتراکِ عمل کی وجہ سے اس حد تک گھل مل گیا ہو کہ تمام لوگ اپنے آپ کو ایک جسم کی مانند محسوس کرتے ہوں۔

سماجی انصاف کی تعریف: جمہوری حکومت میں سماجی انصاف اس اصطلاح کا نام ہے جس کے ذریعہ سماج میں بسنے والے تمام طبقات کو دستور و قانون کی رو سے یکساں حقوق میسر ہوتے ہیں، اس میں کسی کے ساتھ رنگ و نسل، ذات پات، مذہب و مسلک، امیر و غریب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ سب قانون کی عدالت میں یکساں ہوتے ہیں۔

اور مذہبی رواداری کا معنی یہ ہے کہ ایک انسان اپنے دین و مذہب پر عقدی، منہجی اور دعوتی اصولوں کے ساتھ قائم رہتے ہوئے دوسروں کی انسانی، سماجی، شہری اور مذہبی حیثیت کو تسلیم کرے، ان کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھے، ان کے ساتھ رکھ رکھاؤ، عفو و درگذر کا معاملہ

کرے، آخری حدوں تک دوسروں کو برداشت کرے، داروغہ بن کر کسی قسم کا کوئی تشدد نہ کرے، بلکہ عدل وانصاف، ہمدردی وغم گساری، اور یکجہتی کا برتاؤ کرے([1])۔

کسی بھی ملک وقوم کی دنیاوی ترقی و بقا کے لئے سماجی انصاف نہایت ضروری ہے، شاید اسی لئے دنیا کے جمہوری ممالک نے اپنی حکومتوں کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ حالانکہ اللہ رب العالمین ۱۴ سو برس قبل عدل وانصاف کو اسلام کا بنیادی حصہ قرار دے چکا ہے، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ﴿إن الله يحب المقسطين﴾۔ اللہ تعالیٰ روئے زمین پر انصاف پسند بندوں کو ہی پسند فرماتا ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَأَحۡسِن كَمَآ أَحۡسَنَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ وَلَا تَبۡغِ ٱلۡفَسَادَ فِي ٱلۡأَرۡضِۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُفۡسِدِينَ﴾ [القصص:۷۷]۔

اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ لوگوں کو اپنے درمیان عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔

فرمایا: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ﴾ [النحل:۹۰]۔

بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔

---

[1] لیکن مذہبی رواداری، حسن سلوک اور عدل وانصاف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذاہب کے درمیان فرق وامتیاز ہی کو مٹادیا جائے۔ اور مسلمان رواداری کے جوش میں غیر مسلموں کے عقیدے اور مذہب کی تائید شروع کردیں، یا اس عقیدے پر مبنی مذہبی تقریبات اور تہوار میں شریک ہوکر یا ان کے شعار کو اپنا کر ان کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کریں، جیسا کہ اس دور میں بہت سے ماڈرن اور روشن دماغ مسلمان کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کریم نے جو دوٹوک اور واضح طرز اصول بتلایا وہ یہ ہے: لكم دينكم ولي دين (تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین)۔

نیز فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء:۵۸]۔

اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ! اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فَإِنَّ الشَّرِيعَةَ مَبْنَاهَا وَأَسَاسُهَا عَلَى الْحِكَمِ وَمَصَالِحِ الْعِبَادِ فِي الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ، وَهِيَ عَدْلٌ كُلُّهَا، وَرَحْمَةٌ كُلُّهَا، وَمَصَالِحُ كُلُّهَا، وَحِكْمَةٌ كُلُّهَا؛ فَكُلُّ مَسْأَلَةٍ خَرَجَتْ عَنِ الْعَدْلِ إِلَى الْجَوْرِ، وَعَنِ الرَّحْمَةِ إِلَى ضِدِّهَا، وَعَنِ الْمَصْلَحَةِ إِلَى الْمَفْسَدَةِ، وَعَنِ الْحِكْمَةِ إِلَى الْعَبَثِ؛ فَلَيْسَتْ مِنَ الشَّرِيعَةِ وَإِنْ أُدْخِلَتْ فِيهَا بِالتَّأْوِيلِ"۔ (إعلام الموقعين عن رب العالمين، ۳/۱۱)۔

کیونکہ شریعت اسلامیہ کی اساس و بنیاد حکمتوں اور دنیوی واخروی زندگی میں بندوں کی مصلحتوں پر ہے، وہ سراپا عدل، سراپا رحمت، سراپا مصلحت اور سراپا حکمت ہے، اس لئے جو بھی مسئلہ عدل سے نکل کر ظلم وانارکی میں، رحمت سے بے رحمی میں، مصلحت سے فساد اور حکمت سے لغو وفضول میں چلا گیا ہو وہ شریعت کا مسئلہ نہیں ہوسکتا، اگرچہ تاویل کے ذریعہ اس میں داخل کردیا گیا ہو۔

حتی کہ اللہ رب العالمین نے مخالف اور دشمن کے ساتھ بھی ہر طرح کی ناانصافی کو حرام قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾[المائدة:٨]۔

اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ،کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لا يَحمِلنَّكم شدة بغضكم للمشركين على ترْك العدل فيهم، فتعتدوا عليهم بارتكاب ما لا يَحِل، كقَذْف وقَتْل نساء وصبية، ونقْض عهد؛ تشفِّيًا مما في قلوبكم. ﴿اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾: أي: العدل أقرب للتقوى، صرَّح لهم بالأمر بالعدل، وبين أنه بمكان من التقوى بعدما نهاهم عن الجور، وبيَّن أنه مقتضى الهوى، وإذا كان هذا العدل مع الكفار، فما ظنُّك بالعدل مع المؤمنين؟"(تفسیر البیضاوی،۲/۱۷)۔

تمہیں مشرکین سے شدت بغض ونفرت ان کی بابت عدل وانصاف چھوڑ دینے پر آمادہ نہ کرے، کہ تم اپنے دلوں کی بھڑاس نکالنے کی خاطر ایسی چیزوں کا ارتکاب کر کے ان پر زیادتی کرنے لگو جو حلال نہیں، جیسے بہتان تراشی، عورتوں اور بچوں کا قتل، اور عہد شکنی وغیرہ، (عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے) یعنی عدل وانصاف کرنا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ عدل کرنے کا صریح حکم دیا ہے، اور ظلم و ناانصافی سے منع کرنے اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ یہ خواہش نفسانی کا نتیجہ ہے' واضح فرمایا ہے، کہ تقویٰ میں اس کا بڑا مقام ہے، جب کافروں کے ساتھ اتنا عدل وانصاف مطلوب ہے تو مومنوں کے ساتھ

انصاف کا کیا کہنا؟

امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے دورِ حکومت میں یہ منادی کروادی کہ: لوگو! سنو، جس پر کوئی ظلم ہوا ہو وہ کیس دائر کروائے۔ علاقہ حمص کا ایک سفید ریش (غیر مسلم ذمی) آیا اور کہا: اے امیر المومنین، میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا: عباس بن ولید بن عبد الملک نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ عباس بھی وہیں بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا: ہاں عباس تم کیا کہتے ہو؟ اس نے جواب دیا: یہ زمین میرے باپ نے مجھے جاگیر دی تھی اور مجھے رجسٹر بھی کردیا تھا۔ آپ نے ذمی سے پوچھا: ہاں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: امیر المومنین! میں تو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”كتاب الله أحق أن يُتَّبع من كتاب الوليد“۔ ولید بن عبد الملک کی رجسٹری سے اللہ کی کتاب زیادہ لائق اتباع ہے۔ اے عباس! جاؤ اس کی زمین واپس کرو۔ اورانھوں نے وہ زمین یہودی کو واپس لوٹادی“[1]۔

محترم سامعین!

عدل و انصاف کا ضد ظلم و جور کہلاتا ہے، جو انسانی فطرت سے بالکل متصادم ہے، ہر کان ظلم وجور کا نام سننے سے بوجھل ہوتا ہے، ہر آنکھ اسے دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی، ہر نفس اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، سو کیا ظلم ایسی سرزمین میں اپنے آہنی پنجے تادیر گاڑے رہ سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

---

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۵۸/۴۵، رقم: ۳۵۸۴۵، سیر السلف الصالحین للأصبهانی: ص ۸۵۷

حضرات!

ظالم کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے، اس کا انجام بہت برا ہوتا ہے، گذشتہ قوموں کی ہلاکت کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے، دستور وقانون کی رو سے سماجی انصاف کو بحال رکھنا انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا، اسی لئے وہ من مانی دستور سازی کے ذریعہ ظلم کا جواز نکال لیتے۔

﴿وَتِلْكَ الْقُرَى أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا﴾[الکھف:۵۹]۔

یہ ہیں وہ بستیاں جنہیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کردیا اور ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی۔

﴿وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ﴾[القصص:۵۹]۔

اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم وستم پر کمر کس لیں۔

گو کہ مذکورہ آیات میں ظلم کی نوعیت قدرے مختلف ہے، لیکن متعدد احادیث میں ناانصافی اور ظلم وجور کو گذشتہ قوموں کی ہلاکت کا ایک سبب قرار دیا گیا ہے۔

بطور مثال: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چوری کا ایک کیس آتا ہے، مجرم ایک خاتون ہوتی ہے، اس کی قوم کے لوگ گھبرائے ہوئے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سفارش کی درخواست کرتے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں، آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے، سخت انداز میں فرماتے ہیں کیا تم اللہ کے کسی حد کے متعلق سفارش لے کے آئے ہو؟

اسامہ رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے ہیں کہ اسلامی عدالت میں دستور کے خلاف سفارش بھی ناقابل برداشت جرم ہے، چہ جائے کہ اس میں عام وخاص کے لحاظ سے ترمیم کی بات کی جائے۔ فوراً

عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول میرے لئے دعا کریں کہ اللہ میرے اس گناہ کو بخش دے۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کی تعریف کے بعد ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرماتے ہیں:

”فإنَّما أهْلَكَ النّاسَ قَبْلَكُمْ: أنَّهُمْ كانُوا إذا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وإذا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أقامُوا عليه الحَدَّ، والذي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بيَدِهِ، لو أنَّ فاطِمَةَ بنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَها ثُمَّ أمَرَ رَسولُ اللَّهِ ﷺ بتِلْكَ المَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُها“۔(صحیح البخاری:۴۳۰۴)

اے لوگو! یاد رکھو، تم سے پہلے کے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان کے پاس کوئی بڑا اور صاحب حیثیت چوری کے جرم میں پکڑا جاتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے، لیکن جب کوئی کمزور اور غریب چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے، سزا دیتے۔ اے لوگو! کان کھول کر میرے دین کا دستور بھی ذرا غور سے سن لو اللہ کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کے جرم میں آتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

آپ نے لوگوں کے سامنے اسلامی دستور کی وضاحت کرنے کے بعد حکم دیا کہ اس چورنی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔

اس حدیث میں گذشتہ قوموں کی ہلاکت کا ایک اہم سبب انسان کے مابین خود ساختہ دستور کی بنیاد پر بھید بھاؤ، اور ظلم و جور بتایا گیا ہے۔ اور ہلاکت سے بچنے کا ضابطہ بھی بیان کر دیا گیا ہے، وہ ہے بلا تفریق سب کے ساتھ عدل و انصاف۔

یہی حکم اللہ نے اپنے انبیاء کو دیا ہے، فرمایا:

﴿يَادَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾[ص:۲۶]۔

اے داوٗد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنادیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

﴿وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المائدۃ:۴۲]۔

اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی ایک تاریخی خطاب فرمایا:

”لوگو! میں تمہارا امیر بنادیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو۔ اگر برا کام کروں تو مجھ کو سیدھا کردو۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کردوں گا اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے چنانچہ میں اس سے حق لوں گا۔ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت کو مسلط کردیتا ہے اور جس قوم میں برائی عام ہو جاتی ہیں اللہ ان پر مصیبت عام کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی

اطاعت فرض نہیں ہے۔ اچھا اب جاؤ، نماز پڑھو، اللہ تم پر رحم فرمائے"[1]۔

اللہ کے نبی ﷺ نے حکمرانوں کے متعلق ایک جامع دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ، مَن وَلِيَ مِن أَمْرِ أُمَّتي شيئًا فَشَقَّ عليهم، فاشْقُقْ عليه، وَمَن وَلِيَ مِن أَمْرِ أُمَّتي شيئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فارْفُقْ بهِ"[2]۔

اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا حاکم مقرر ہو اور ان پر سختی کا معاملہ کرے، تو اس پر سختی فرما، اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بننے کے بعد ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔

نیز اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعایا کا حاکم بناتا ہے اور وہ اپنے رعایا کے ساتھ خیانت اور دھوکہ کا معاملہ کرتے ہوئے مر جاتا ہے تو اس پر اللہ جنت حرام کر دیتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ: اگر حاکم اپنے رعایا کی خیر خواہی کے ساتھ نگہداشت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۵۰، ۷۱۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم وقت کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ اگر وہ عوام کی خیر خواہی میں کوتاہی کرے گا تو جنت سے بلکہ اس کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا[3]۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

[1] التاریخ للطبری: ۲/ ۲۳۷، تخریج مسند أبي بکر: ۱/ ۱۵۹، شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح مسلم: ۱۸۲۸

[3] فتح الباری: ۱۳/ ۱۵۹

”مَن آذى ذميًّا، فأنا خَصْمه، ومن كنت خصمه خصمته يوم القيامة، مَن آذى ذميًّا فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله“(رواہ الطبرانی فی الأوسط باسناد حسن)۔

جوکسی ذمی (اسلامی حکومت میں بذمہ رہنے والے کافر) کوتکلیف دے گا میں اس کے خلاف لڑنے والا ہوں گا، اور میں جس کے خلاف لڑوں گا، قیامت کے دن اُسے مغلوب کردوں گا،جس نےکسی ذمی کوتکلیف دی درحقیقت اُس نے مجھےتکلیف دی اور جس نے مجھےتکلیف دی درحقیقت اس نےاللہ کوتکلیف دی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:

”إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا“(مسلم:۲۶۱۳)۔

اللہ ان مجرموں کو یقیناعذاب دے گاجولوگوں کو دنیامیں ناحق عذاب دیتے ہیں۔

نیزارشادگرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”مَن لا يَرْحَمِ النّاسَ، لا يَرْحَمْهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ“[۴]۔

جولوگوں پررحم نہیں کرتا،اللہ عزوجل اس پررحم نہیں کرتا۔

مذکورہ دونوں حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے”الناس“ کا لفظ ذکرفرمایا ہے،جس میں تمام انسان بلاتفریق مذہب ومسلک مسلم غیرسب شامل ہیں۔

چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فِيهِ الْحَضُّ عَلَى اسْتِعْمَالِ الرَّحْمَةِ لِجَمِيعِ الْخَلْقِ فَيَدْخُلُ الْمُؤْمِنُ

---

۴ صحیح مسلم:۲۳۱۹

وَالْكَافِرُ وَالْبَهَائِمُ الْمَمْلُوكُ مِنْهَا وَغَيْرُ الْمَمْلُوكِ وَيَدْخُلُ فِي الرَّحْمَةِ التَّعَاهُدُ بِالْإِطْعَامِ وَالسَّقْيُ وَالتَّخْفِيفُ فِي الْحَمْلِ وَتَرْكُ التَّعَدِّي بِالضَّرْبِ"(فتح الباری لابن حجر،۱۰/۴۴۰)۔

اس حدیث میں تمام مخلوقات کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے ترغیب ہے، چنانچہ اس میں مومن، کافر، اور چوپائے خواہ کسی کی ملکیت میں ہوں یا نہ ہوں، سب داخل ہیں، اور رحمت میں کھلانا، پلانا، ہلکا بوجھ لادنا اور مارنے وغیرہ کی زیادتی نہ کرنے کا اہتمام سب شامل ہے۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک اہم پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى أَبَلَّغْتُ؟“(مسند احمد:۲۳۴۸۹)۔

اے لوگو! سن لو! یقیناً تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت ہے نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، سوائے تقویٰ کے سبب، کیا میں نے پہنچا دیا؟

محترم سامعین!

سماجی انصاف کو عام کرنے کی ضرورت اس لئے ہے تا کہ ہر ایک کے سامنے یہ واضح رہے کہ ظلم و جور اور ناانصافی کا انجام بہت برا ہوتا ہے، نیز ظالم حکومت کی آسمان والا رب کبھی مدد نہیں کرتا۔

چنانچہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَتَنَازَعُوا فِي أَنَّ عَاقِبَةَ الظُّلْمِ وَخِيمَةٌ وَعَاقِبَةُ الْعَدْلِ كَرِيمَةٌ وَلِهَذَا يُرْوَى: اللَّهُ يَنْصُرُ الدَّوْلَةَ الْعَادِلَةَ وَإِنْ كَانَتْ كَافِرَةً، وَلَا يَنْصُرُ الدَّوْلَةَ الظَّالِمَةَ وَإِنْ كَانَتْ مُؤْمِنَةً"[1]۔

یقیناً اس بارے میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظلم کا انجام بڑا تباہ کن ہے اور عدل کا انجام نہایت اچھا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ انصاف ور حکومت کی مدد فرماتا ہے اگر چہ وہ کافر ہو، اور ظالم حکومت کی مدد نہیں فرماتا ہے اگر چہ وہ مومن ہو۔

سماجی انصاف اور حقوق حاصل کرنے کے لئے اپنوں اور غیروں سے تعاون حاصل کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں، نبی ﷺ کی سیرت طیبہ سے اس کی کئی مثالیں ملتی ہے۔ دیکھئے حلف الفضول کا واقعہ، اور مکی ومدنی دور کے کئی واقعات اس پر شاہد ہیں۔

مذہبی رواداری اور اسلامی تعلیمات میں اس کی چند جھلکیاں:

جملہ اسلامی اخلاقیات و آداب، اور اپنوں اور غیروں کے ساتھ حسنِ تعامل کو اسلامی رواداری سے تعبیر کیا جاتا ہے، رواداری اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، اگر رواداری اور اس کے اصولوں کو اسلامی تعلیمات سے نکال لیا جائے تو اسلام کی شبیہ بگڑ کر رہ جائے گی۔

کتاب وسنت میں رواداری کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔

غیر مسلم والدین کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کا حکم قرآن کریم میں بالکل واضح ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي

---

[1] المجموع الفتاوی لابن تیمیۃ

عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان:١٤]۔

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔

امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا أي: ما يحسن. والآية دليل على صلة الأبوين الكافرين بما أمكن من المال إن كانا فقيرين، وإلانة القول والدعاء إلى الإسلام برفق"[1]۔

(ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا) یعنی اچھا سلوک کرنا۔ یہ آیت کریمہ کافر ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی کی دلیل ہے، اگر وہ محتاج ہوں تو حسب امکان مال کے ذریعہ، اسی طرح نرم کلامی اور شفقت کے ساتھ اسلام کی دعوت دینے کے ذریعہ۔

اصلاحی دعوتی میدان کا کوئی فرد داروغہ نہیں کہ جبر تشدد کا برتاؤ کر کے کسی سے اپنی بات منوائے، خواہ سامنے والا وقت کا ظالم ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ایک داعی کی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ

---

[1] الجامع لأحكام القرآن: ١٤/ ٦٦

لوگوں کو منہج انبیاء کی روشنی میں تبلیغ حق کا فریضۃ انجام دیتا رہے۔موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے کئی بار دہرا کر یہی پیغام دیا ہے:

﴿اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولَا لَهُ قَوْلاً لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَى قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى﴾[طہ:۴۳-۴۷]۔

اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے۔جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا ۔تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے، ان کی سزائیں موقوف کر۔ہم تو تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی اسی کے لئے ہے جو ہدایت کا پابند ہو جائے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هَذِهِ الْآيَةُ فِيهَا عِبْرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَهُوَ أَنَّ فِرْعَوْنَ فِي غَايَةِ الْعُتُوِّ وَالِاسْتِكْبَارِ، وَمُوسَى صَفْوَةُ اللَّهِ مِنْ خَلْقِهِ إِذْ ذَاكَ، وَمَعَ هَذَا أُمِرَ أَلَّا يُخَاطِبَ فِرْعَوْنَ إِلَّا بِالْمُلَاطَفَةِ وَاللِّينِ“(تفسیر ابن کثیر،۵/ ۲۹۴)۔

اس آیت کریمہ میں عظیم عبرت ہے، وہ یہ کہ فرعون حد سے زیادہ سرکشی اور تکبر پر آمادہ تھا،

جبکہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت اللہ کی مخلوق کے برگزیدہ انسان تھے، اس کے باوصف انہیں حکم دیا گیا کہ فرعون سے نرمی اور شفقت ہی سے گفتگو کریں۔

موسیٰ علیہ السلام نے رواداری کی عملی تصویر کچھ اس انداز سے پیش فرمائی:

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ. قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ. قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ. قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ. قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ. قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ. قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ﴾ [الشعراء:۲۳-۲۹]۔

فرعون نے کہا رب العالمین کیا (چیز) ہے؟ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔ فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا (لوگو!) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ فرعون کہنے لگا سن لے! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

رواداری عقلمندوں کا شعار ہے، اما حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”كانوا يقولون: المدَاراة نصف العقل، وأنا أقول هي العقل كلُّه“[1]۔

لوگ کہا کرتے تھے: رواداری آدھی عقل ہے، اور میں کہتا ہوں یہی پوری عقل ہے۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”الواجب على العاقل أن يلزم المدَاراة۔۔۔“[2]۔

عقلمند پر واجب ہے کہ رواداری کو لازم پکڑے۔

اور بقول امام طرطوشی رحمہ اللہ: ”من دارى سلم، ومن داهن أثم“۔

روادار (گناہ سے) محفوظ رہتا ہے اور مداہنت (باطل کے لئے حق سے سمجھوتہ) کرنے والا) گناہگار ہوتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں: ” المدَاراة: أن تداري الناس على وجه يسلم لك دينك“[3]۔

رواداری: یہ ہے کہ تم لوگوں سے اس طرح معاملہ کرو کہ تمہارا دین سلامت رہے۔

یہی وجہ ہے نبی ﷺ اور ان کے متبعین نے اس رواداری کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے ملاقات کی اجازت طلب کی، آپ نے کہا:

”ائْذَنُوا لَهُ، فَلَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ، أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ“ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قُلْتَ لَهُ الَّذِي قُلْتَ، ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ؟ قَالَ: ”يَا عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ

---

[1] الآداب الشرعية لابن المفلح: ۳/ ۴۶۸

[2] روضة العقلاء لابن حبان البستی: ص ۷۰

[3] سراج الملوک للطرطوشی: ۵۰۸

الْقِيَامَةِ، مَنْ وَدَعَهُ، أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فحشه"[1]۔

''اسے اجازت دیدو، قبیلہ کا بڑا بُرا آدمی ہے'' اور جب وہ آدمی اندر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے نرم گفتگو فرمائی، تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے پہلے کچھ کہا، پھر اندر آنے کے بعد اس سے نرم گفتگو کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اللہ کے نزدیک سب سے بدترین آدمی وہ ہے جسے لوگوں نے اس کی بدزبانی وفحش کاری سے بچنے کے لئے چھوڑ دیا ہو''۔

امام مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نے اس کی بدگوئی اور اس کی بدعملی کے شر سے بچنے کے لئے ایسا کیا، یا اس کی فحش حرکتوں سے بچنے کے لئے (رواداری کا) یہ رویہ اختیار فرمایا۔۔۔اور یہ حدیث رواداری کو مستحب قرار دینے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس صورت میں کہ جب رواداری کا مقصود دفع شر، یا جلب نفع ہو، برخلاف مداہنت کے، کہ وہ مطلقاً حرام ہے، اور مداہنت یہ ہے کہ دین کو دنیا کے حصول کے لئے تج دیا جائے، جبکہ مداراۃ (رواداری) یہ ہے کہ دنیا کو دین و دنیا کی صلاح وخیر کے لئے صرف کیا جائے۔۔۔''[2]۔

"استوصوا بالنساء خيرًا" (عورتوں کی بابت خیر کی وصیت قبول کرو) والی حدیث بھی رواداری کے استحباب پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَفِي الْحَدِيثِ النَّدْبُ إِلَى الْمُدَارَاةِ لِاسْتِمَالَةِ النُّفُوسِ، وَتَأَلُّفِ الْقُلُوبِ، وَفِيهِ سِيَاسَةُ النِّسَاءِ بِأَخْذِ الْعَفْوِ مِنْهُنَّ، وَالصَّبْرِ عَلَى عِوَجِهِنَّ، وَأَنَّ مَنْ

---

[1] صحیح البخاری: ۶۰۵۴، صحیح مسلم: ۲۵۹۱

[2] فیض القدیر للمناوی: ۲/ ۴۵۴

رَامَ تَقْوِيمَهُنَّ فَاتَهُ الِانْتِفَاعُ بِهِنَّ، مَعَ أَنَّهُ لَا غِنَى لِلْإِنْسَانِ عَنِ امْرَأَةٍ يَسْكُنُ إِلَيْهَا، وَيَسْتَعِينُ بِهَا عَلَى مَعَاشِهِ، فَكَأَنَّهُ قَالَ الِاسْتِمْتَاعُ بِهَا لَا يَتِمُّ إِلَّا بِالصَّبْرِ عَلَيْهَا" (فتح الباری لابن حجر،۹/ ۲۵۴)۔

اس حدیث میں طبیعتوں کو مائل کرنے اور دلوں کو جوڑنے کی غرض سے رواداری کی ترغیب ہے، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ عورتوں کے ساتھ بود و باش کے لئے اُن کی حرکتوں کو نظرانداز اور ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کیا جائے، نیز یہ کہ جو انہیں سیدھا کرنا چاہے گا اُن سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، باوجودیکہ انسان بیوی کے بغیر رہ بھی نہیں سکتا جس کے پاس جا کر آسے سکون ملتا ہے اور اس سے اپنی زندگی میں مدد حاصل کرتا ہے، گویا اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا کہ اُس کی حرکتوں پر صبر کئے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پوری دنیا کیلئے کامل نمونہ ہے۔آپ ﷺ نے دنیا میں اعتدال، رواداری اور عدم تشدد کی اعلیٰ ترین عملی مثالیں قائم کی ہیں۔ اسلام کے آغاز ہی سے آپ ﷺ پر اہل مکہ نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کئے۔آپ ﷺ کو گالیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں، جادوگر، مجنون اور نہ جانے کیا کیا نام دیئے مگر بقول ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔

نیز آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے امتیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"يا عائِشَةُ إنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، ويُعْطِي على الرِّفْقِ ما لا يُعْطِي

على العُنْفِ، وما لا يُعْطِي على ما سِواهُ"[1]۔

"عائشہ! یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا نرم ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے، اور نرمی پر وہ چیزیں عطا فرماتا ہے جو سخت گیری اور دیگر چیزوں پر نہیں دیتا"۔

محترم سامعین!

رواداری کی مثالیں آثار صحابہ وسلف صالحین میں بھی بکثرت نظر آتی ہیں، چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"خالطوا الناس بالأخلاق، وزايلوهم بالأعمال"[2]۔

اخلاق کے ذریعہ لوگوں سے گھلو ملو اور اعمال کے ذریعہ ان سے فاصلہ رکھو۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"إنا لنكشر في وجوه أقوام ونضحك إليهم، وإنَّ قلوبنا لتلعنهم"[3]۔

ہم لوگوں کے سامنے کھلکھلا کر ہنستے ہیں، حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"المؤمن يداري ولا يماري، ينشر حكمة الله، فإن قبلت حمد الله، وإن ردت حمد الله"[4]۔

---

[1] صحیح البخاری: ۶۹۲۷، صحیح مسلم: ۲۵۹۳

[2] مداراۃ الناس لابن أبي الدنیا: ص ۴۷

[3] رواہ البخاری معلقا بصیغۃ التضعیف قبل حدیث: ۶۱۳۱، ووصلہ أبونعیم فی حلیۃ الأولیاء: ۱/ ۲۲۲

[4] أخلاق العلماللآجری: ص ۵۸

مومن رواداری اختیار کرتا ہے، حجت اور تشدد کی راہ نہیں اختیار کرتا، اسی رواداری کے تحت اللہ کی حکمت کو عام کرتا ہے، اگر اسے قبول کرلیا جائے تو بھی اللہ کا شکرادا کرتا ہے، اور اگر رد کردیا جائے تو بھی اللہ کا شکرادا کرتا ہے۔

انصاف پسند غیر مسلموں کے ساتھ حسن تعامل کا اللہ رب العالمین نے خصوصی ذکر فرمایا ہے:

﴿لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنة:٨]۔

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کی پاسداری بھی ضروری ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الاسراء:٣٤]۔

اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا﴾ [النحل:٩١]۔

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو۔

فَيَجِبُ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ مَعَ الْكُفَّارِ، وَلَا يَجُوزُ الِاعْتِدَاءُ عَلَى دِمَائِهِمْ، وَلَا عَلَى أَمْوَالِهِمْ بِمُوجَبِ الْعَهْدِ الَّذِي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِينَ۔

چنانچہ کافروں کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کو پورا کرنا واجب ہے، اُن کے اور مسلمانوں کے مابین طے شدہ معاہدہ کی رو سے اُن کی جانوں اور مالوں پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح کسی بھی دھرم کے معبود کو برا بھلا کہنے کی صریح ممانعت آئی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأنعام:١٠٨]۔

اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَسُبَّ صُلْبَانَهُمْ وَلَا دِينَهُمْ وَلَا كَنَائِسَهُمْ، وَلَا يَتَعَرَّضُ إِلَى مَا يُؤَدِّي إِلَى ذَلِكَ، لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبَعْثِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ“ (تفسير القرطبی، ٧/ ٦١)۔

لہٰذا کسی مسلمان کے لئے اُن کے صلیبوں کو برا بھلا کہنا حلال ہے، نہ ان کے دین اور ان کے گرجا گھروں کو، اور نہ ہی ایسی حرکتیں کرنا جائز ہے جس کا انجام یہاں تک پہنچے، کیونکہ ایسا کرنا گناہ پر آمادہ کرنے کے درجہ میں ہے۔

حضرات! غیر مسلموں کے تئیں ہدایت کی حرص سماعت فرمائیں:

ارشاد باری ہے: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ} [الأنبياء:۱۰۷]۔

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دنیا میں حسن تعامل کے اعتبار سے رحمت، اور انہیں جہنم کی راہ سے بچا کر جنت میں لے جانے کے اعتبار سے بھی رحمت، یعنی سراپا رحمت۔

نیز ارشاد ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الکہف:٦]۔

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟

اسی طرح ارشاد ہے: ﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ﴾ [الانفال:٣٨]۔

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے! کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو (کفار) سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔

کفر وعناد اور زیادتی کے باوجود دعاء ہدایت کی چند مثالیں:

(١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ دَوْسًا قَدْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهَا، فَظَنَّ النَّاسُ أَنَّهُ يَدْعُو عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: ''**اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا**

وَأْتِ بِهِمْ"۔(صحیح بخاری:۶۳۹۷)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! یقیناً قبیلہ دوس والوں نے نافرمانی کی ہے اور ایمان سے مکر گئے ہیں، لہٰذا آپ ان پر بددعا کر دیجئے! تو لوگوں نے یہ خیال کیا کہ نبی کریم ﷺ ان پر واقعی بددعا فرمادیں گے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! قبیلہ دوس والوں کو ہدایت دے اور انہیں لے آ''۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَاصَرَ أَهْلَ الطَّائِفِ فَجَاءَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيفٍ، فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: ''**اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا**''(مصنف ابن ابی شیبہ،۳۲۴۹۶،مسند احمد،۱۴۷۰۲)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف والوں کا محاصرہ فرمایا، تو (تیروں کی بوچھار سے پریشان ہوکر) آپ کے صحابہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا ہے۔ لہٰذا آپ ان کے لئے اللہ سے بددعا کر دیجئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ قبیلۂ ثقیف کو ہدایت عطا فرما''۔

حاضرین کانفرنس! یہ سماجی انصاف اور رواداری کے موضوع پر اسلام کا ٹھوس موقف ہے جو کسی بھی سماج کی اصل ضرورت ہے حاکم سے لے کر رعایا تک، انسانیت، حقوق کے تحفظ، ہمدردی وغمگساری اور امن وسکون کے لئے سبھی اس کے محتاج ہیں۔

آج اپنے پیارے وطن بھارت میں جو مذاہب اور تہذیبوں کا گہوارہ ہے عدم برداشت

یہاں عام ہو رہا ہے، نفرتوں کا بازار گرم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، مذاہب ومسالک کے درمیان رواداری عنقاء ہورہی ہے اور بے چینیاں اور اضطراب پھیل رہا ہے، ایسے میں ایوان حکومت میں بیٹھے حکمرانوں سے لیکر ہر تہذیب وثقافت کے حاملین عوام وخواص بلکہ ہر شہری کی ذمہ داری ہے کہ انصاف اور رواداری کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں، اسی میں خیر وچین ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی باہر نہیں ہے۔

محترم حاضرین! اخیر میں اللہ کی اس توفیق پر اس کے شکر وسپاس کے بعد میں آپ تمام حاضرین کا پھر خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں، خصوصاً اپنے تمام مہمانوں کا جنہوں نے صوبائی جمعیت کی مختصر اور نحیف آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہمیں عزت بخشی ہے اور اس مشن کو مستحکم وعام کرنے کے عمل میں ایک گراں قدر تعاون دیا ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے تمام اراکین کی طرف سے کانفرنس کے تمام کارکنان، رضا کاران اور معاونین کی بے حد ممنون ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ سبھوں کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ملک میں امن وامان عام فرمائے، ہر ذمے دار و عام شہری انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے، اللہ سب کو توفیق دے بالخصوص امت محمدیہ کو جو عام انسانوں کی فلاح وبہبود کے لئے پیدا کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ تو اسے ذمہ دارانہ رول کرنے کی توفیق دے۔اور جب تک زندہ رہیں اسلام پر رہیں اور جب بھی موت ہو تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،،

عبد السلام سلفی

Notes

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔

ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے:

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- الجماعۃ میگزین کی اشاعت۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- ہینڈبل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے درمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاهم الله خيراً.

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org